65

روحانی بیماروں کو چنگا کرنے کی ضرورت

(فرمودہ ۱۶ مئی ۱۹۲۴ء)

تشہد تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

میں نے پچھلے جمعہ اس بات کی طرف توجہ دلائی تھی کہ تبلیغ کی طرف ہماری جماعت خصوصیت سے توجہ کرے کیونکہ اسلام نے انسان کی پیدائش کی جو اغراض رکھی ہیں۔ ان میں سے ایک غرض تبلیغ بھی ہے۔

مجھے حیرت ہوتی ہے اور تعجب آتا ہے۔ جب کہ میں بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ کسی غریب یا مسکین کو گذرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو اس پر انہیں رحم آتا ہے کسی زخمی کو دیکھتے ہیں تو اس پر رحم کھاتے ہیں۔ ایسا شخص اگر دکھائی دے جس کے جسم میں کیڑے پڑے ہوں۔ تو اس کی حالت پر ان کی طبیعت رحم کھائے گی۔ کوئی لولا لنگڑا اور اپاہج دیکھ لیں۔ تو انہیں رحم آئے گا۔ غرض لوگوں کی جسمانی و مالی تکالیف کو دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں اور ان کے قلوب میں ایک جوش ہمدردی کا پیدا ہوتا ہے۔ لیکن روحانی امر میں ایک دوسرے کے متعلق رحم نہیں پیدا ہوتا۔ انسان دو ہی چیزوں سے بنا ہے۔ ایک جسم سے اور دوسرے روح سے جس طرح جسم کے لئے مال کی کمی فقر و فاقہ کی نوبت پیدا کر دیتی ہے۔ جس طرح جسم کے لئے لباس ضروری ہے اور اگر لباس نہ ہو تو انسان ننگا ہو جاتا ہے۔ جس طرح جسم کے ساتھ بیماریاں لگی ہوئی ہیں۔ جن سے اس کی حالت دردناک ہو جاتی ہے۔ اور دیکھنے والے کو اس کے لئے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح جسم کے بعض اعضا ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح انسان کی روح پر ساری کیفیات آتی ہیں۔ جس طرح مال جسم انسانی کو نشوونما دینے اور تکالیف سے بچانے کا ذریعہ ہے اسی طرح علم روحانی بھی روح کی نشوونما کا ذریعہ ہے جس طرح انسان کا جسم ضائع ہو جاتا ہے۔ بعض بیماریوں کی وجہ سے آنکھ' کان' ناک ضائع ہو جاتے ہیں اسی طرح لوگوں کے یہی حصے روحانی طور پر ضائع ہو جاتے ہیں۔ جس طرح

جسم انسانی میں بعض بیماریوں کی وجہ سے کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح روحانی اعضاء میں بھی کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ کیڑے پڑنے سے کیا مطلب ہے یہی کہ اس حصہ جسم میں غذا حاصل کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ اور چونکہ قانون قدرت یہ ہے کہ جو چیز بڑھتی نہیں ہے وہ گھٹتی ہے۔ اس لئے وہ حصہ گل کر علیحدہ ہو جاتا ہے۔ جب انسان کے جسم کا کوئی حصہ غذا حاصل نہیں کرتا۔ اور طاقت و قوت کی لہر جو جسم میں جاری ہوتی ہے۔ وہ اسے نہیں پہنچتی۔ تو کیڑے پڑ جاتے ہیں اور جیسے انسانی جسم کا کوئی حصہ جب انسانی حفاظت سے باہر رہتا ہے۔ تو کیڑے اس کو کھاتے ہیں۔ اسی طرح روحانی حالت ہے کہ جب کسی روح کا تعلق مبدأ مرکز سے نہیں رہتا تو کیڑے اسے گندہ کر دیتے ہیں اور اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ اگر روح ظاہر میں نظر آتی اور اس کی بیماریاں بھی مجسم صورت میں نظر آتیں نہ کہ عقل سے معلوم ہوتیں تو جیسے تم کوڑھیوں کے پاس سے گذرتے ہوئے ان سے ہمدردی کرتے اور گھن محسوس کرتے ہو۔ اسی طرح روحانی بیماروں کی روحیں اور بیماریاں نظر آنے پر تم کو کوڑھیوں سے بھی زیادہ ان سے گھن آتی اور ہمدردی پیدا ہوتی۔ اگر تمہارے روحانی ناک ہوتے۔ تو جس طرح ظاہری ناک کی وجہ سے بڑی بڑی گھنونی اور بدبو دار چیزوں سے بدبو محسوس کر کے تمہیں کراہت ہوتی ہے اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے اسی طرح تمہاری روحانی ناک تم کو بتا دیتی کہ فلاں شخص میں بدبو ہے پس تم کو اس سے ہمدردی سے جو جسمانی مریضوں سے ہوتی ہے کئی درجہ زیادہ ان لوگوں سے ہمدردی ہونی چاہیئے جو صداقت سے محروم ہیں۔

مگر میں دیکھتا ہوں کہ بہت لوگ ہیں جو ایک مالدار صاحب ثروت کو جسمانی تکلیف میں دیکھ کر اس سے ہمدردی کرتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ اے خدا اس کا مال ہم کو دے دے کیونکہ اس کی حالت دیکھ کر مالی حالت کو بھول جاتے ہیں۔ اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مال کس کام ہے اگر جان نہ بچی مگر بہت ہیں جو روحانی بیماروں کے مال کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ان کافروں کے پاس کتنا مال ہے۔ مثلاً عیسائی ہیں۔ ان کے مال کو دیکھ کر لوگ تعجب کرتے ہیں۔ انہیں اپنے سے بہتر اور آرام میں خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ روحانی لحاظ سے قابل رحم بیماریوں میں مبتلا اور لائق ہمدردی ہیں لیکن چونکہ ان کی بیماری نظر نہیں آتی اور اصل حقیقت لوگوں پر منکشف نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کی پروا نہیں کی جاتی۔ اور ایسے لوگوں کی حالت پر ترس نہیں کھایا جاتا۔ حالانکہ اگر ایک بادشاہ بھی جو ساری دنیا کا حاکم ہو۔ زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا تو اس سے زیادہ بدقسمت کون ہو سکتا ہے۔ اس کا مال کس کام آئے گا اگر اس نے دنیا میں تیس یا چالیس سالہ زندگی آرام و

آسائش میں بھی گذار لی تو کیا کر لیا۔ اس زندگی میں جس کی نسبت ہمیں یقین ہے۔ کیونکہ ایک صادق ہستی نے اس کی خبر دی ہے۔ اور جو ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس میں اس کے لئے دانتوں کا پیسنا اور رونا پیٹنا ہو گا۔ پس اس کا مال کیا فائدہ دے سکے گا۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کی زبان پر تھوڑی دیر کے لئے ایک لڈو رکھ کر پھر اسے کاٹ دیا جاوے یا اسے ایک خوش منظر دکھانے کے بعد اس کی آنکھوں میں سوئی چبھو کر اسے اندھا کر دیا جائے۔ اگر تم اسی چھوٹی تکلیف کو ایک وقتی آرام کے بعد برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو ایسے مالدار کو دیکھ کر کیسے خوش ہو سکتے ہو۔ جس نے اگلی زندگی میں اس سے بھی بڑھ کر تکالیف جھیلنی ہیں۔ پس یہی نہیں کہ تمہارے غریب اور بیکس ہمسائے حق و صداقت کے محتاج ہیں۔ بلکہ وہ بڑے بڑے متکبر لوگ جو گردنوں کی چربی کی وجہ سے اس صدات کی طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ جو روحانی زندگی کے لئے خدا نے نازل کی ہے۔ اور جن کے پاؤں فخر و خیلاء کی وجہ سے زمین پر نہیں پڑتے۔ وہ بھی زیادہ محبت و ہمدردی کے قابل ہیں۔ کیونکہ جس کو وہ راحت خیال کر رہے ہیں۔ وہ ان کے لئے وبال جان ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر دنیا کی چھوٹی چھوٹی تکلیفیں تمہارے دل میں لوگوں کے لئے رقت پیدا کر دیتی ہیں۔ تو وہ عظیم الشان تکلیف جس میں وہ مبتلاء ہیں۔ کیوں تمہارے دل میں رقت پیدا نہیں کرتی یہ بڑا سوچنے کا مقام ہے۔

یاد رکھو کہ خدا کے مامورین نہیں آتے۔ جب تک کہ دنیا ہدایت سے محروم نہیں ہو جاتی۔ وہ اسی وقت بھیجے جاتے ہیں۔ جبکہ دنیا ہدایت کی محتاج ہوتی ہے اگر دنیا میں ہدایت اور راستی موجود ہو تو کوئی سلسلہ قائم کرنے والے انبیاء نہیں آیا کرتے۔ وہ ایسے ہی وقت میں آتے ہیں۔ جب مرض پر مرض بڑھ جاتی ہے تاریکی پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ جب دنیا کے فرزند کوڑھی کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اس وقت خدا اپنے ماموروں کو بھیجتا ہے کہ جاؤ۔ جا کر ان کے کیڑے نکالو اور ان کوڑھیوں کو اچھا کرو۔ ماموروں کا یہ فرض ان کے بعد ان کی جماعت کے ذمہ عائد ہوتا اور اس کی ادائیگی ان پر واجب ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے دوست اس امر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

میں نے گذشتہ سالانہ جلسہ پر اور پھر مجلس مشاورت میں اعلان کیا تھا کہ چند ضلعے منتخب کر لئے جاویں جہاں کے تمام احمدیوں سے سال میں پندرہ دن وقف کرا کے ان ضلعوں میں تبلیغ کرائی جاوے۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بیرونی لوگ تو الگ رہے۔ ہمارے دفاتر نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اور تاحال کوئی کارروائی متعلقہ دفتر سے شروع نہیں کی گئی۔ اگر ایک امر کا فیصلہ کر کے پھر خاموش ہو کر بیٹھ رہیں۔ تو کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی ہم جنگ کی حالت میں ہیں۔ اس لئے

کسی امر کے متعلق فیصلہ کرنے کے بعد اس پر جلدی عمل کرنا چاہئے۔ دیکھو اگر انگریز گذشتہ جنگ کے دوران میں ایسا کرتے کہ ایک امر کے متعلق فیصلہ کرتے اور پھر اس کو عمل میں نہ لاتے تو آج لنڈن میں ان کا پھریرا نہ لہرا رہا ہوتا۔ پھر کاموں کا فیصلہ کر کے خاموشی اختیار کر لینا ذلت کا بھی موجب ہوتا ہے۔

جب پندرہ روزہ لازمی تبلیغ کے لئے تحریک کی گئی اور چند اضلاع کے قائم مقاموں نے اسے جاری کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تو اس وقت قادیان کے دوستوں نے بھی کہا تھا کہ ان ضلعوں میں گورداسپور کا بھی ضلع رکھا جائے میں نے ان کے کہنے کی وجہ سے گورداسپور کو بھی شامل کیا تھا۔ مگر مجلس شوریٰ کے بعد کوئی باقاعدہ کام شروع نہیں کیا گیا۔ باقاعدہ کیا ابتدائی کارروائی بھی ابھی تک نہیں ہوئی۔

قاعدہ ہے کہ تمام اعضاء مرکز سے قوت پاتے ہیں۔ دل کی حرکت اگر رک جائے تو کسی عضو میں طاقت یا خون نہیں پہنچے گا۔ اور تمام اعضاء مردہ ہو جائیں گے اور جب تک دل میں طاقت ہوگی جوارح بھی طاقتور ہوں گے قادیان مرکز ہے باقی جماعتوں کا۔ باہر کی جماعتیں قادیان کی جماعت سے نمونہ پکڑتی ہیں۔ لیکن قادیان کی جماعت نے اس تحریک میں کوئی ایسا ممتاز حصہ نہیں لیا کہ باہر کی جماعتیں اس کی تقلید کرتیں۔ ملکانہ تحریک میں قادیان سے جتنے آدمی گئے ہیں۔ وہ دوسری جماعتوں کے لحاظ سے چار پانچ گنا زیادہ ہیں۔ مگر پھر بھی یہ زیادتی کوئی ایسی نہیں۔ جو اعلیٰ نمونہ ہو جب تک قادیان کے ہر فرد کو بیرونی لوگ دینی جوش سے بھرا ہوا نہ دیکھیں۔ تب تک وہ کامل طور پر تبلیغ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اس وجہ سے میں قادیان کے لوگوں کو خاص طور پر کہتا ہوں کہ وہ تبلیغ کے لئے اپنے اوقات خرچ کریں۔ ساری دنیا تو علیحدہ رہی ۔ صرف اپنے ضلع کو ہی سنبھالیں کیا یہ افسوس کی بات نہیں کہ ۳۴ سال سے سلسلہ احمدیہ کام کر رہا ہے۔ مگر ایک ضلع کو ہم احمدی نہیں بنا سکے۔

اگر ۳۴ سال میں ہم سے پورے ایک ضلع گورداسپور کو احمدی نہ بنایا گیا تو وہ دنیا جس میں ہزاروں لاکھوں گورداسپور جیسے اضلاع ہیں۔ اس کے لئے کتنا عرصہ چاہیئے۔ اگر اتنا عرصہ ہی رکھا جاوے تو ۳۴ لاکھ برس میں تمام دنیا میں تبلیغ کی جا سکے گی۔ مگر میں کہتا ہوں اتنی مدت کس امت کو ملی ہے۔ حضرت آدم کی امت کو ایک ہزار سال کی مدت ملی جس میں ان کی قوم کی ترقی بھی ہوئی اور تنزل بھی ہوا جس پر حضرت نوحؑ کی ضرورت پڑی۔ پھر حضرت نوحؑ کی امت کو بھی ایک ہزار سال ملا

اسی میں ان کی ترقی ہوئی اور تنزل بھی ہوا۔ پھر آخری خلیفہ ان کی امت کے حضرت ابراہیمؑ آئے۔ ان کی امت کو بھی اتنا ہی وقت دیا گیا۔ بعض کا اندازہ ہے کہ بارہ سو سال اور بعض کا اندازہ ہے چودہ سو سال دیئے گئے اسی میں ان کی قوم نے کمال عروج حاصل کیا اور پھر کمال انحطاط بھی ہوا۔ پھر حضرت موسیٰؑ آئے۔ اور ان کی امت کو دو ہزار سال دیئے گئے۔ ان کی امت میں کئی بار ترقی و تنزل کا دور چلا۔ چار بار ترقی ہوئی اور چار ہی بار تنزل ہوا۔ پہلی ترقی حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں ہوئی اور پھر وہ قوم تباہ ہوئی۔ دوسری ترقی حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام کے وقت میں ہوئی۔ انہوں نے اپنے زمانوں میں بنی اسرائیل کو ترقی دی اور تنزل سے نکالا۔ مگر ان کے بعد بنی اسرائیل ذلیل ہو گئے۔ یہ تنزل تین سو سال کے اندر رہا۔ پھر جب عزراؑ نبی کا زمانہ آیا۔ تب حضرت موسیٰؑ کی امت کی ترقی ہوئی پھر وہ تنزل و انحطاط میں پڑ گئے کہ حضرت مسیح کا زمانہ آیا۔ اس وقت انہوں نے چوتھی دفعہ ترقی کی۔ مگر چوتھی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آنے سے قبل گر گئے گویا دو ہزار سال کے اندر اندر ان پر چار دور گذرے اور فی دور پانچ سو سال کا ہوا۔ جس میں انہوں نے اپنے مقصد کو حاصل بھی کیا اور پھر کھو بھی دیا۔ اگر اس عرصہ کو بھی آدھا آدھا تقسیم کریں۔ تو گویا اڑھائی سو سال میں انہوں نے اپنے مقصد کو پایا۔ اس کے مقابلہ میں ہماری ترقی کی موجودہ رفتار سے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کا اندازہ چونتیس ہزار سال گمان کیا جائے۔ کس قدر سادہ لوحی کی بات ہے۔ اس قدر زمانہ ہمیں کس طرح مل سکتا ہے۔ ہم کو بھی اتنا ہی زمانہ ملے گا جو پہلی امتوں کو ملا اور وہ اڑھائی سو سال یا تین سو سال ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت کو بھی ترقی کا زمانہ اتنا ہی ملا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم** حضرت صاحب نے بھی یہی فرمایا کہ تین سو سال کے اندر ترقی ہو گی۔

پس یاد رکھو۔ جب تک ہم اپنے ہر لحہ کو تبلیغ کے لئے صرف نہ کر دیں گے تب تک ہم ترقی کی شاہراہ پر گامزن نہیں ہو سکیں گے۔ تم لوگ جب تک اپنی تمام قوتوں کو دین کے لئے خرچ نہ کر دو۔ اپنی ہمتوں کو بلند نہ کر لو۔ ہر قسم کی قربانی و ایثار کر کے نہ دکھا دو۔ اس وقت تک دنیا بھی فتح ہونی مشکل ہے۔

دنیا فتح ہو گی۔ اسلام کا غلبہ ہو گا ہر طرف احمدیت ہی احمدیت پھیلے گی۔ میرا اس پر ایمان ہے۔ اور پورا پورا یقین ہے کیونکہ خدا کے نبی نے فرمایا ہے مگر ہمیں اس سے کیا؟ اگر دوسروں کے ذریعے ایسا ہوا۔ مثل مشہور ہے۔ جان ہے تو جہان ہے اگر خدانخواستہ ہم ناکاموں اور نامرادوں کی صف میں

کھڑے کئے جائیں تو دوسروں کی فتوحات ہمیں کیا نفع دے سکتی ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ ہم اپنی ساری طاقتیں تبلیغ کے لئے صرف کریں۔

تبلیغ ایسا کام نہیں جو دوسروں پر چھوڑا جاوے اور نہ یہ ہندوؤں کا اشنان ہے کہ ایک ہندو نے سردی کے مارے دوسرے کے نہانے کو اپنا نہانا سمجھ لیا تھا۔ تم میں سے ہر ایک کو یہ کام خود کرنا ہوگا اور جب تک ہمارا ہر فرد سکندر کا سا حوصلہ و ہمت نہیں رکھتا۔ ہم کو دنیا کی فتح کی امید نہیں ہو سکتی۔ آخر سوچو کہ نبیوں کی جماعتوں کو ایسی فتوحات دی گئیں۔ جو دوسرے بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھی نصیب نہ ہوئیں۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کو سکندر سے بڑھ کر فضیلت حاصل ہے۔ اسی لئے کہ وہ اپنی ہمت اور ارادہ میں سکندر سے بڑھ کر تھے۔ ہر فرد ان صحابہ میں سے یہ سمجھتا تھا کہ ساری دنیا اگر کفر پر ہے تو میں اکیلا ہی اسے فتح کر لوں گا سکندر پھر بھی اپنی فوج پر نظر رکھتا تھا لیکن انبیا کی فوج کا ہر فرد یہ ہمت رکھتا ہے کہ دوسرے پر بھروسہ نہیں رکھتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ہمت دیکھو۔ ایک دفعہ نبی کریم نے مردم شماری کا حکم دیا کہ شمار کرو کتنے مسلمان ہیں عرض کیا گیا ہے کہ یا رسول اللہ تقریباً سات سو کی تعداد ہے اور پھر خود ہی حیرت ظاہر کی کہ یا رسول اللہ اب تو ہم سات سو ہو گئے ہیں۔ کیا اب بھی دنیا سے مغلوب ہو جاویں گے اور دنیا ہم کو تباہ کر دے گی۔ اب ہم کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔ ۲ ۔ کجا وہ حالت اور کجا یہ کہ ذرا سی قربانی پر بعض لوگ گھبرا جاتے ہیں۔ میں نے ابھی تھوڑے دن ہوئے چندہ کا اعلان کیا تھا۔ بعض مخلصین نے تو یہاں تک لکھا کہ جو آپ نے لکھا ہے کہ میرے چندہ مانگنے سے کوئی یہ نہ کہہ دے کہ چندہ ہی چندہ ہوتا رہتا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ وہ کون سا احمدی ہے جس کے متعلق یہ کہا جاوے کہ وہ ایسا کہے گا۔ ہم تو اس انتظار میں رہتے ہیں کہ آپ کوئی خدمت دین کا موقعہ بتائیں اور ہم پر آپ کا احسان ہوتا ہے کہ آپ ہمارے لئے مبارک موقع سوچتے رہتے ہیں اور ہمیں بھی ایسے موقعہ پر شریک فرماتے ہیں۔ مگر کئی ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے افسوسناک کلمات کہے بعض جگہ سے خطوط آئے کہ بعض نے ایسا کہہ بھی دیا ہے کہ ہر وقت چندہ ہی چندہ کی آواز آتی رہتی ہے۔ بیشک منافقین کی جماعت ہر قوم میں ہوتی ہے۔

اور اس کا ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ دوسروں کے لئے ہوشیاری کا باعث ہوتی ہے۔ مگر اس سے خوش نہ ہونا چاہیئے۔ منافق ضرور ہوتے ہیں۔ مگر بابرکت نہیں ہوتے بیماریاں ہوتی اور موت آتی ہے۔ مگر کون چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ بیمار رہے یا اس پر موت آئے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ

منافقین کا گروہ ہوتا آیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم منافقین کی منافقت کو نکالنے کی کوشش نہ کریں۔ اپنے فرائض اور ذمہ داری کو ادا نہ کرنا نفاق ہے۔ پس اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھو اور ان کے ادا کرنے کی کوشش کرو۔ نفاق کئی قسم کا ہوتا ہے ایک نفاق تو پوشیدہ ہوتا ہے اور ایمان اس پر غالب ہوتا ہے لیکن دوسرا نفاق یہ ہوتا ہے کہ ایمان پوشیدہ ہوتا ہے اور نفاق غالب ہوتا ہے تمہیں ایسا خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ہمارا ایمان غالب ہے تو اس نفاق کا علاج نہ کرو۔ کیونکہ نفاق جو ایمان کے نیچے چھپا ہوا ہو۔ آگ کے اس انگارے کی طرح ہوتا ہے جو راکھ کے نیچے دبا ہوا ہو۔ جب بھی ہوا کا جھونکا آگیا۔ وہ آگ ظاہر ہو جائے گی۔ اگر تم اس منافقت کا علاج نہ کرو گے۔ تو کسی وقت تمہارے ایمان کی راکھ بھی اڑ جائے گی۔ اور نفاق ظاہر ہو جائے گا پس محض اس بات سے خوش نہ ہو کہ تمہارا ایمان نفاق پر غالب ہے۔ اگر کسی کے دل میں ایسی بات ہے تو اس کو اصلاح کرنی چاہیئے۔ دیکھو خدا نے ہم کو حق دیا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ ہم حق کو لے کر اٹھیں اور مغلوب ہو جاویں۔ جو لوگ یہاں بیٹھے ہیں۔ وہ غور سے سنیں۔ اور آج سے تہیہ کر لیں کہ ہم نے حق پھیلانا ہے۔

اگر تم میں سے ہر ایک یہ ارادہ کر لے اور مقدور بھر اس کو پورا کرنے میں لگ جائے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک سال ختم نہیں ہو گا کہ تم دنیا میں تغیر عظیم پیدا کر دو گے۔ مگر ساری بات ارادے اور ہمت کی ہے۔ افسوس! کئی ہیں جو سنتے ہی نہیں۔ اور کئی ہیں جو سنتے ہیں۔ مگر یاد نہیں رکھتے پھر کئی ہیں جو سنتے ہیں۔ اور یاد بھی رکھتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ یہ دوسروں کے لئے کہا گیا ہے اور ہم اس سے مراد نہیں اور یہ کہہ کر اس کام کو دوسروں پر ڈال دیتے ہیں۔ پھر کئی ہیں جو سنتے ہیں اور یاد بھی رکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کے لئے ہی اس کو سمجھتے ہیں۔ مگر ان کے نفوس میں ایسی بات ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اسے غلط قرار دے دیتے ہیں۔ پھر کئی ہیں جو سنتے ہیں یاد رکھتے ہیں۔ اپنے آپ کو ہی اس کا مصداق قرار دیتے ہیں اور ٹھیک بھی سمجھتے ہیں۔ مگر صحیح طور پر عمل نہیں کرتے۔ جو لوگ کہ سنتے ہیں۔ یاد رکھتے ہیں۔ پھر اپنے آپ کو اس کا مصداق بھی سمجھتے ہیں۔ اور صحیح خیال کرتے ہوئے عمل کرتے ہیں۔ وہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور ان کی قلت ہی عظیم الشان تغیر میں روک بن رہی ہے۔ آخر ایک زمانہ آئے گا جب ایسے مخلصین کی قلت نہ ہو گی۔ بلکہ کثرت ہو گی۔ اور عظیم الشان ترقی ہو گی۔ مگر میں کہتا ہوں تم کو اس ترقی سے کیا فائدہ جب تم ناکاموں کی صف میں داخل ہو چکے۔ میں نے تمہیں بارہا اس بات سے آگاہ کر دیا ہے۔ کیونکہ میرا فرض ہے کہ میں

تمہیں کہتا چلا جاؤں اور خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو جاؤں۔ آگے اگر تم عمل نہ کرو۔ تو تمہاری قسمت۔

تم خوب اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ ہم میں سے ہر شخص تبلیغ کر سکتا اور صداقت سے محروم تک حق پہنچا سکتا ہے اور ہر شخص ہم میں سے دین کے لئے قربانی کر سکتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو دین آتا ہے۔ وہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص اسے دوسروں تک پہنچا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی شان ہے۔ کہ وہ ایسی ہی باتیں بیان کرتا ہے۔ جن کو ہر شخص دوسرے کو سمجھا سکے۔ ہاں لوگوں کی طرف سے پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ مولویوں نے اسلام کو مشکل بنا دیا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک نہایت آسان مذہب ہے اسلام کیا ہے۔ خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ ہر شخص اسے سمجھ سکتا ہے اور دوسروں کو سمجھا سکتا ہے۔ حضرت صاحب کیا لے کر آئے تھے یہی کہ خدا کی محبت اپنے دلوں میں قائم کرو۔ دین کو دنیا پر مقدم کرو۔ ہر اچھی بات کو قبول کر لو۔ اس میں کون سی مشکل ہے۔ جو تم نہیں سمجھ سکتے۔ یا نہیں سمجھا سکتے۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حق پہنچانے والے بنیں ہماری سستیاں دور ہوں۔ ہمتیں مضبوط ہوں۔ اور بڑے چھوٹے امیر و غریب سب دین کی تبلیغ کرنے میں کوشش کریں۔

(الفضل ۱۰ جون ۱۹۲۴ء)

۱۔ بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ مسلم کتاب الایمان باب جواز الا ستسرار للخائف